چند منسوبات

از

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

چند منسوبات

از

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان

پیراماؤنٹ پرنٹنگ پریس، حیدر آباد

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب : چند منسوبات

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

اشاعت اوّل : ۲۰۰۱ء تعداد ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

ناشر : پیراماؤنٹ پرنٹنگ پریس، حیدر آباد

Marfat.com

فہرستِ مضامین

مقدمہ

(۱) دیوانِ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ 05-08

(۲) دیوانِ قطب الدین بختیار کاکیؒ 09-26

(۳) دیوانِ احمد جامؒ : 27-30

(۴) دیوانِ ظہیر 31-33

(۵) بعض مظلوم کتابیں 34-48

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

مقدمہ

میں کیا اور میرے مضامین کیا:

صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے قلم پکڑنا سیکھا اور اپنی بے مائیگی کے باوجود کچھ نہ کچھ پیش کرنے کی کوشش کی۔ زندگی کے آخری ایام میں قارئینِ کرام کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرمائے۔ آمین

یہ مضامین پہلے بھی کسی مجموعے میں شامل ہو چکے ہیں۔ اب نئی ترتیب سے پیش کیے جا رہے ہیں۔

احقر

غلام مصطفیٰ خان

Marfat.com

دیوانِ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت غوثِ اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قُدِّس سرُّہ (م ۵۶۱ھ) سے منسوب ایک فارسی دیوان نول کشور نے کان پور سے ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء (بارِ پنجم) شائع کیا تھا۔ عزیزِ محترم ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی خواہش ہے کہ اس پر نظر ڈالی جائے، راقم الحروف اپنی ضعیفی اور صحت کی خرابی کی وجہ سے اب زیادہ غور نہیں کر سکتا، تاہم کوشش ہے کہ کوئی بات کام کی نکل آئے،

(الف) حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ حَسنی حُسینی سیّد تھے لیکن موجود دیوان کی اس غزل کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا سیّد نہیں تھا:

غلامِ حلقہ بگوشِ رسولِ ساداتم — زہے نجات نمودن حبیب و آیاتم
کفایت ست ز روحِ رسول، اولادش — ہمیشہ در دو جہاں حُمیدہ مہمّاتم
ز غیرِ آلِ نبیؐ حاجتے اگر طلبم — روا مدار یکے از ہزار حاجاتم
دلم ز حُبّ محمدؐ پرست و آلِ مجید — گواہِ حالِ من ست ایں ہمہ حکایاتم
چو ذرّہ ذرّہ شود ایں تنم بخاکِ لحد — تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم
کمینہ خادمِ خدّامِ خاندانِ توام — ز خادمیِ تو دایم بود مہیا یاتم ۔۔۔

(۲) حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ کا لقب ''محی الدین'' ہوا۔ معلوم نہیں ان کی زندگی میں یا بعد میں بہر حال یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ اگر انہوں نے شاعری کی ہوتی تو دوسروں کے دیے ہوئے لقب کو کبھی اپنا تخلّص نہ بناتے اس پورے دیوان میں تخلّص ''محی'' ہے۔

Marfat.com

(ب) شاعر نے یہ دیوان اپنی پیری اور آخرِ عمر میں لکھا تھا:

نظرے کن بہ عنایت تو دریں آخرِ عمر — سوے ایں بندہ کہ در عینِ بلا اُفتادہ ست

بخدا در نظرِ محیؔ تو پیوستہ دلت — طالبِ فقر و محبت ہمہ را اُفتادہ ست

شدم پیر از غم تو، کز جوانی بر دہیم گر جان — نہ آخر بندۂ پیری، پسر آزاد باید کرد

محیؔ چوں در مو سفیدی دید گفت آہ و دریغ — نامۂ دارم سیہ تر از شبِ تاریک رنگ

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی ضعیفی میں بھی شعر و شاعری کرنے کا کوئی واقعہ کسی مستند کتاب میں نہیں ملتا، گلستانِ سعدیؒ (باب دوم) میں ان کی خشیت و خضوع کا یہ واقعہ مرقوم ہے:

عبدالقادر گیلانی را دیدند (رحمۃ اللہ علیہ)

در حرمِ کعبہ، روے بر حصا نہادہ بود و می گفت اے خداوند ببخشای -

و اگر مستوجبِ عقوبتم مرا روزِ قیامت نابینا برانگیز تا در روے نیکاں شرمسار نہ باشم — (۲)

ایسے بزرگ سے توقع نہیں کہ وہ بڑھاپے میں ایسی شاعری کرنے لگے ہوں۔

(ج) شاعر نے خود کو محی الدین کہا ہے: کہیں عبدالقادر نہیں کہا:

اے دوست محی الدین می گفت کہ اے عاشق

گر تو طلبے داری بیدار بہ شبہا کو

(د) ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شاعر نے شادی نہیں کی لیکن حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے کئی فرزند تھے شعر اس طرح ہے:

عاشقاں نے حور خواہند نے بہشت از بہرِ آں — فارغ اند از کدخدائی، خانماں کردہ خراب

---

(۱) یہاں شاید کوئی اور لفظ رہا ہوگا۔

(۲) اقبال نے کہا ہے: گر عذابِ من بباشد ناگزیر — از نگاہِ مصطفےٰؐ پنہاں بگیر

Marfat.com

(ہ) کئی اشعار ایسے ہیں کہ ان میں دال، وزن سے خارج ہے یعنی اس شاعر کے یہاں جائز ہے۔ حضرت جیلانی قدس سرہ کے زمانے میں ایسا نہیں تھا۔ ایک شعر تو وہی ہے جو (د) کے ذیل میں ابھی گذرا ہے۔ چند اشعار یہ ہیں۔

گر تماشائے جمالِ حق نباشد در بہشت — برکنند مستانِ حضرت، قصرہا را خشت خشت

حور چوں آرا کنند رو بسوے ما کنند — چشم نگہدار ازاں روست بود لیکن عیوب

تا قیامت ہمی خواند ہر خواند ایں ابیات را — خلق عالم ہم بپائے می روند ہم پائدار

حضرتِ او نیم شب گوید کہ اے بوالنجیب — ہیچ ملک آشکار کردہ پنہانِ خویش

کے بود آیا کہ بینائی جمالِ باکمال — زندہ گردند ماہیانِ مردہ از آبِ زلال

می گریزند زاہدانِ خشک از تردامنی — ما برخورشید خود با دامنِ تر می رویم

(و) خیال ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے زمانے تک ماتم کے لیے سیاہ پوشی رائج نہیں ہوئی تھی۔ اس شاعر کے یہاں ہے:

مردمی و سیہ پوشید بہر ماتمش — ہر کجا ورقے بود اوراقِ دیوانِ من است

بعد میں طالب آملی (م۱۰۳۵ھ) کے یہاں مستعمل ہے۔

بے مرگ، اشک سیہ پوش گشتہ، دیدہ کجاست — لباسِ خویش دلی کز عزا بروں آید

ایک جگہ ہمارے شاعر نے پوشیدہ رہنے کے لیے بھی "سیاہ پوشی" اختیار کی ہے۔

تا نہ بینم دوست را ایں حلقہ اے پوشم سیاہ — اے میان حلقہ ہا رنگ رنگ اندر بہشت

(ز) "پتنگ" کا لفظ اس شاعر نے استعمال کیا ہے۔

ہند کا گر پتنگ حور دہد شراب
تعبیہ کن آں کہ زمت بے ہیچ و تاب

Marfat.com

فرہنگ آنندراج میں کمال خجندی (م ۸۰۳ھ اور شفائی (م ۱۰۳۷ھ) کے اشعار دیے گئے ہیں جن میں "بنگ" لفظ ہے۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم (م ۱۹۶۳ء) مجھ سے فرماتے تھے کہ "بنگ" کا لفظ حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے زمانے میں موجود نہیں تھا۔

ایک شعر میں چند بزرگوں کا ذکر آتا ہے:

محی یا ما دار خود را، بے ریاضت ناشرا، چوں جنید و بایزید و شبلی و ذوالنون گشتم

حضرت جنید (م ۲۹۸ھ)، بایزید (م ۲۶۱ھ)، شبلی (م ۳۳۴ھ)، وذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ) یعنی یہ سب ہمارے شاعر سے پہلے کے تھے ایک مصرع میں حافظ شیرازی (م ۷۹۱ھ) کے ایک مشہور مصرع سے توارد ہے شاعر کہتا ہے:

بندہ را مرتبہ ہرگز کجا تا بہ کجاست

حافظ کہتے ہیں صح ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ایک جگہ خیل محمودی (م ۴۲۱ھ) کا ذکر ہے:

فیل محمودی (م ۴۲۱ھ) کا ذکر ہے۔ فیل محمودی فرو ماند اگر بیند بجوار سے بار سنگینی کہ از درد تو ما را بر دل است

البتہ ایک جگہ گیلان کا ذکر بھی ہے:

بار امانت گراں، بندہ تو نا تواں — بار ترا محی کشم زگیلان خویش

اس شعر سے ظاہر ہے کہ شاعر حضرت گیلانی" سے مستفیض ہے یعنی ان کے سلسلۂ قادریہ سے تعلق رکھتا ہے۔

میرے بزرگ استاد پروفیسر ضیاء احمد بدایوانی" (م ۱۹۷۴ء) فرماتے تھے کہ یہ دیوان محی لاری (م ۹۳۳ھ) کا ہے جو فتوح الحرمین (درمناسک و آداب حج) وغیرہ کے مصنف تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حمد و نعت میں ان کے بکثرت اشعار مثالی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجاتِ عالیہ خوب خوب بلند فرماتا رہے۔
آمین

Marfat.com

دیوانِ قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ (م ۶۳۲ ھ) سے منسوب فارسی دیوان۔ 3 بار دوم ۱۲۹۹ ھ / ۱۸۸۲ ء سے شائع ہوا تھا۔ اس کے آخر میں عبارت اس طرح ہے:

- چون نسخۂ صحیحۂ دیوان متبرک بتفحص تمام دستیاب شد آن را از مغتنمات لاریبی انگاشتہ برای افادات خواص و عوام انام، ابرنیسان ہمت و مروت، سرچشمۂ دانش و فتوت، جناب منشی نول کشور صاحب دام اقبالہٗ بذل ہمت فرمودہ بہ کتابت کاپی بخوش نویس فہیم صاحب استعداد و ذہن سلیم منشی شیو پرشاد صاحب نیجر مطبع اودھ اخبار رخصت داد۔ امّا در حالت کتابت بر ثبوت سند دیوان موصوف و بر شیوع اثر تصرّف اہل باطن احوالے قابل استماع مستمعین بر زدی کار آمد۔ یعنی در مطلع سر دیوان کہ

ای لال در ثنای صفاتت زبان ما۔
ای در صفات وحدت تو لال عقل ما

خوش نویس فہیم را در کتابت تکرار قافیہ مفہوم شد جایش خالی گذاشتہ بتحیر ماند۔ بالآخر بخدمت استاذ الشعراء جناب آفتاب الدّولہ بہادر قلق (۱) رفتہ ماجرا عرض کرد۔ فرمود کہ این کلام اہل ظاہر نیست کہ دخل را شاید۔ بلکہ کلام اہل اللہ و صاحب باطن عالی شان است۔ مبادرت بہ تصرّف روا نبود و نیجر صاحب را ہمراہ گرفتہ بحضور مرشد خویش عالم علوم صاحب مذاق مولانا مولوی محمد عبدالرزّاق صاحب (۲) دام فیضہ کہ از آن حضرت ارادت و بیعت داشتند باہمی حاضر آمدہ باصد خضوع آن مقام مشتبہ را وا نمودند۔ ہم آن دم حضرت مولانا فرمود کہ توقف کنید و خود

Marfat.com

اندرون حجرہ پا نہادند و بعد ساعتے بر آمدہ فرمودند کہ حضرت خواجہ مصرع ثانی مطلع چنیں فرمودہ کہ

دی در صفات وحدت تو عقل نارسا

چنان چہ ہمان لفظ نوشتہ شد۔ فی الجملہ دیوان متبرک موصوف بمزید استعدادِ شائقین تیمنا و تبرکا بہ صحت تا امکن بار دوم در مطبع خالی بمقام لکھنؤ محلہ حضرت گنج در کوٹھی خاص مالک مطبع بماہ اگست ۱۸۸۲ء مطابق ماہ رمضان ۱۲۹۹ھ بہ رونق انطباع بر آراستہ گردید۔ فقط

اس عبارت میں ہے کہ مولانا عبدالرزاق نے فرمایا کہ "حضرت خواجہ مصرع ثانی مطلع چنیں فرمودہ"۔ میرا خیال ہے کہ یہاں فرمودہ باشند ہوگا یعنی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے ایسا فرمایا ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے اہل اللہ (حتی الامکان) کشف کی بات کا اظہار نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو اسے خواب سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ صوفیہ کو اور بالخصوص چشتی صوفیہ کو شاعری سے بہت مناسبت تھی۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کو بھی شعر سے مناسبت تھی بلکہ ان کا وصال بھی احمد جام (۵۳۶ھ) کی ایک غزل کے اس شعر کے سماعت فرمانے پر ہوا تھا کہ

کشتگانِ خنجر تسلیم را

ہر زمان از غیب جانی دیگر است

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ (م ۶۳۳ھ) کی زبان مبارک سے جو اشعار ادا ہوئے تھے، ان کا ذکر دلیل العارفین میں آتا ہے۔ فوائد السالکین میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے اشعار میں ایک مثنوی کا ایک شعر ہے (ص ۴)، جو کسی درویش سے انھوں نے سنا تھا اور ایک رباعی (ص ۲۰) کا ذکر بھی آتا ہے۔ مثنوی کا وہ شعر یہ ہے:

ہر آن ملکے کہ واپس می گذارم   دو صد ملکے دگر در پیش دارم

اور رباعی یہ ہے:

ذکر خوش تو ز ہر دہن می شنوم   شرح غم تو ز خویشتن می شنوم

گر ہیچ نہ باشد کہ یکے نشانم   تا نام تو می گوید و من می شنوم

اور راحت القلوب ص ۳۱ میں ہے کہ بابا فرید شکر گنج قدس سرہ (م ۶۶۸ھ) نے

Marfat.com

یہ شعر حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ سے سنا تھا:

گر نیکِ تو ام از ایشان گیرند   در بد باشم مرا بدیشان بخشند

اسرار الاولیا (ص ۹) میں بھی ایک شعر ملتا ہے جو حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کی زبانی سنا گیا تھا:

تانفس من زعشق دوست زدم   خاست از ما بے دوئی جز دوست

صفحہ ۹ میں بھی چار اشعار ان کی زبانی مروی ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے:

من آن نیم کہ زعشق تو پاے پس آرم   اگر بہ تیغ کشندم در تو نگزارم ۔ ۔ ۔

صفحہ ۲۸ میں بھی ایک شعر کے ان کی زبان مبارک سے سنے جانے کا ذکر ہے:

دیدہ کو جمال دوست بدید   تابود زندہ، مبتلا باشد (۳)

صفحہ ۵۵ میں ایک رباعی بھی ہے جو ان سے سُنی گئی تھی:

اصل ہمہ عاشقی ز دیدار آید   چون دیدہ بدیدہ آنگہ درکار آید

در دام بلا نہ مرغ بسیار آید   پروانہ بشمع نور در نار آید

ان اشعار کا ذکر صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کو بھی اشعار سے خاص مناسبت تھی لیکن مطبوعہ دیوان جو آپ سے منسوب کیا گیا ہے وہ آپ کا نہیں ہوگا۔ اس کے اسباب یہ ہیں:

اس مطبوعہ دیوان میں ۱۰۱ غزلیں اور ۸۹ رباعیاں ہیں۔ غزلیں بڑی تعداد میں حضرت حافظ شیرازی م ۷۹۱ھ کے تتبع میں ملتی ہیں یا ان کی زمینوں میں ہیں۔

(الف) حافظ فرماتے ہیں:

دل می رود ز دستم صاحب دلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

اس دیوان میں ہے

عقل از سرم رمیدہ مجنون شدم خدارا
زنجیر زلفش آرید بر پا نہید مارا

(ب) حافظ کی ایک غزل اس طرح شروع ہوتی ہے:

Marfat.com

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما
مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

دیوان میں ہے:

تا عکس روے یار در افتد بجام ما
ساقی بیلد جام مے لعل فام ما

(ج) حافظ فرماتے ہیں:

صبح دولت می دمد کو جام ہمچون آفتاب
فرصتے زین بہ کجا یابم بدہ جام شراب

دیوان میں ہے:

گر ہمی خواہی براندازد نگار از رخ نقاب
از خودت بگیریز تا بینی جمال بے حجاب (۴)

(د) حافظ فرماتے ہیں:

روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست
منت خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست

دیوان میں ہے:

خالی از فتنۂ ذوق تو سرے نیست کہ نیست
کشتۂ عشق تو در رہ گذرے نیست کہ نیست (۵)

(ہ) حافظ فرماتے ہیں:

کارم ز دور چرخ بہ سامان نمی رسد
خون شد دلم ز درد بہ درمان نمی رسد

دیوان میں ہے:

دردیست در دلم کہ بدرمان نمی رسد
راہیست پیش من کہ بہ پایان نمی رسد

(و) حافظ فرماتے ہیں:

ہر کرا با خط سبزت سر سودا باشد
پاے زین دائرہ بیرون ننہد تا باشد

Marfat.com

دیوان میں ہے:

ہر کہ اورا بجہان دیدۂ اعمیٰ باشد
نزد اہل سخنان ناقص و رسوا باشد

(ز) حافظ فرماتے ہیں

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزان شود روزے گلستان غم مخور

دیوان میں ہے:

اے دل ار دوری تو از دیدار جانان غم مخور
درد تو شاید رسد روزے بہ درمان غم مخور

(ح) حافظ فرماتے ہیں:

عید است و موسم گل و یاران در انتظار
ساقی بروے شاہ ببین ماہ و مے بیار

دیوان میں ہے:

ساقی بیار بادۂ گلرنگ بے خمار
زان مے کہ باشد او ز مئے جام عشق یار

(ط) حافظ فرماتے ہیں:

بر نیاید از تمنای لبت کارم ہنوز
بر امید جام لعلت دُرد آشامم ہنوز

دیوان میں ہے:

در ازل یک رہ ترا دیدم طلب گارم ہنوز
نیست ممکن کز جمالت دیدہ بردارم ہنوز

(ی) حافظ فرماتے ہیں:

فکر بلبل ہمہ آنست کہ گُل شد یارش
گُل در اندیشہ کہ چون عشوہ کند در کارش

دیوان میں ہے:

ہر کرا از ستم یار بود آزارش
ذوق و شوقے نبود در دل او از یارش

Marfat.com

اس طرح بکثرت غزلیں حافظ کی زمینوں میں موجود ہیں ۔ اس لیے ظاہر ہے کہ دیوان کے مصنف ضرور حافظ کے بعد ہوں گے ۔

پھر بعض اشعار بھی حافظ شیرازی وغیرہ کے مضامین سے قریب ہیں ۔ مثلاً حافظ فرماتے ہیں :

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

دیوان میں ہے:

هرگز نمیرد آنکه شود مست جام عشق
آں کس که مست عشق بود جاودان بود

حافظ فرماتے ہیں:

آناں که خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود که گوشهٔ چشمے بما کنند

دیوان میں ہے:

صاحب دلے اگر نظرے سوی ما کند
مسِ وجودِ ما ز نظر کیمیا کند

حافظ کا ایک مشہور شعر ہے:

مباش درپۓ آزار و هر چه خواہی کن
که در شریعت ما غیر ازین گناہے نیست

دیوان میں ہے:

عزیزِ من بشنو یک سخن ز قطب الدّین
مباش درپۓ آزار بندگان خداے (۹)

امیر خسرو م (۷۲۵ھ) کا مشہور شعر ہے :

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
درد مند عشق دارو بجز دیدار نیست

دیوان میں ہے:

رو طبیبا از سر بالین من ۔ زحمت مکش
زانکه بیمار غم او را دوای دیگر است

Marfat.com

امیر خسرو کا مشہور شعر ہے:

جان ز تن بردی و در جانی ہنوز
دردہا دادی و درمانی ہنوز

دیوان میں ہے:

دلبرے دارم کہ رایم رای اوست
درمیان جان شیرین جای اوست

بلالی (م: ۹۳۹ ھ) کا مشہور شعر ہے:

گر میل کند سوے بلالی عجبے نیست
شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را

دیوان میں ہے:

در رہگذار جانان ہر روز آیم از جان
شاید کہ شاہ خوبان بنوازد این گدا را

ناصر علی سرہندی (م: ۱۱۰۸ ھ) کی رباعی ہے:

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ،
ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ،
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ، ز راہ دور آمدہ،

دیوان میں ہے:

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہمہ پیغمبران
امّا بہ معنی بودہ، سر خیل جملہ انبیاء

لیکن اس شعر کا مضمون ایسا نہیں ہے کہ تتبع یا توارد کہا جاسکے۔

حضرت سعدی (م: ۶۹۱ ھ) کا مشہور شعر ہے:

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند

اور بابر (م ۹۳۷ ھ) کا شعر ہے:

نو روز و نو بہار و مے و دلبرے خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دو بارہ نیست

Marfat.com

دیوان میں ہے:

پیش از اجل بکوش و غنیمت شمار عمر
عمر عزیز زانکہ کسے را دوبارہ نیست

کتاب دلیل العارفین میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے ملفوظات ہیں۔ جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے جمع کیے ہیں۔ اس کتاب کی مجلس ہشتم میں جو اوراد ہیں وہ حضرت قدس سرہ کے قول کے مطابق ان کے خواجگان سلسلہ کے معمولات میں سے ہیں۔ ان کی تفصیل ہے اور مجلس نہم میں یہ بھی ہے کہ "خواجگان چشت کے خاندان میں بعض نے پندرہ درجے مقرر کیے ہیں جن میں پانچواں درجہ کشف و کرامات کا ہے۔ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ جب تک پندرھویں درجے تک نہ پہنچ جائے اپنے تئیں ظاہر نہ کرے، پھر کامل ہو گا:

لیکن اس دیوان میں اس طرح ہے:

سالک بیا کہ رمزے گویم ز کار دانان — روشن کنم بیابان از راہ اہل عرفان
این راہ را نشانے از ہر مقام گویم — توفیق گر بخشد پروردگار خلقان
زین راہ آمدی تو اینست قدرت یار — لیکن بشد فراموش پُرنور راہ ایشان
امروز گر نہ کردی زنہار عبور بے شک — فردای روز محشر حسرت بود بحیوان
آن گاہ طور دل دان گویم ازو نشانے — گاہے شگوفہ بینی گہ میوہ ہای الوان
گاہے ثواب بینی گہ جانہای روشن — گاہے ستارہ باشد گہ مہر و مہ درخشان
من بعد سرّ طور است یعنی ز سرّ باطن — یابی ازو نشانہا از ہر چہ ہست پنہان
ہر چیز حضرت حق در عالم آفریدہ — باشد تمام آنہا در اندرون انسان
زانہا دگر نشانے در نفس خود بیابی — باید کہ ہمچو مردان دائم حذر کنی زان
گہ حال زندہ دانی گہ حال مردگان را — بے پرتو جمالے زینہا عبور نتوان
برشو دگر ببالا یک یک مقام میرد — سیرے بکن چو مردان بالائے چرخ گردان
اندر مقام ہشتم کان را بود خفی نام — شاید خوری چو مردان جامے ز آب حیوان

Marfat.com

در وے چو حقیقۂ آدمی از خویشتن بمیری | وانگہ زندہ گردی از اسمائے جانان
طور خفی چو دیدی از خویش وا رہیدی | رنجے اگر کشیدی گشتی ز اہل عرفان
خاصیتش بگویم لیکن محال باشد | آنجا بشو چو مردان موصوف اسم رحمٰن
ہر اسم را مستی آنجا پدید آید | اندر غلط نباشی از روی عقل می دان

ایسے تیس اشعار ہیں۔ ممکن ہے کہ اصل نسخے میں ان سے زیادہ رہے ہوں۔ اوپر کے بارہویں شعر میں سلوک کے مقام ہشتم کو خفی کہا گیا ہے۔ یہ بات دلیل العارفین یا چشتیہ سلسلے کی دوسری کتابوں میں نہیں ملتی۔ بلکہ دوسرے سلسلوں میں بھی خفی کا یہ مقام نہیں ہے(۷)

دیوان میں تصوف کی بعض اصطلاحات بھی ملتی ہیں مثلاً تنزلات کا ذکر ہے کہ:

اے قطب دین تو تکیہ مکن بر سلوک خویش
می دار ترس در دلِ خویش از تنزلات

تنزلات و نزولات دراصل توحید وجودی کا ایک عنوان ہے(۸)۔ دیوان میں اس توحید وجودی (ہمہ اوست) کی تائید بھی ہے:

ہمہ اوست در دیدۂ اہل دید
دگر نقش کون و مکان چیست ہیچ

نقشبندیہ سلوک کی ایک اصطلاح سفر در وطن (۹) کا ذکر بھی دیوان میں ہے لیکن اس طرح ہے:

ہر کو سفر نہ کرد بملک وجود خویش
حالات ملک باطن و لطف سفر مپرس

نقشبندی سلوک میں اندراج النہایت فی البدایت، سیرالی اللہ ہے جو حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ (م ۷۹۱ھ) سے شروع ہوا۔(۱۰)

دیوان میں ہے:

صد سال اگر وصف جمال تو کند کس
ہرگز نہ رسانند بدایت بہ نہایت

شاید اسی وجہ سے حسین بن منصور حلاج (م ۳۰۹ھ) کے مسلک کے متعلق دیوان میں ہے:

Marfat.com

خامے کہ زند دم از اناالحق
بر دار زنیش ہمچو حلاج

قطرہ حصور در بحر تو گم ناگشتہ بود
زد اناالحق تا بری ہمزنے ورا بر دار تو خویش(۱۲)

صاحب دیوان کو اپنے سلسلے پر ناز ہے، فرماتے ہیں:

چون این طریق خاص مسلسل بہ مصطفیٰ ست
عشاق چنگ در روش قطب دین زدند

اور اس کے حصول کے لیے وہ ایک شیخ کامل کی نظر کرم پر یقین رکھتے ہیں:

در عمر خویش تجربہ کردیم ہیچ کس
بے لطف یک عزیز، عزیز خدا نہ رفت

اور اس عزیز ہی کے ذریعے عشق حاصل ہوتا ہے جو ہر چیز سے بے نیاز کردیتا ہے

ما را بغیر عشق نہ مذہب نہ ملت است
داند کسے کہ گوش کند داستان ما
ما را مزن تو طعنہ بہ رندی و عاشقی
ما از برای عشقیم و عشق از برای ما(۱۲)

پیر کی تعلیم یہ تھی کہ:

؎ مرا ز پیر طریقت ہمین سخن یاد است
کہ رست از دوجہان ہر کہ از خود آزاد است
؎ از علائق سر بسر مہر دل خود را بر
زانکہ در کویش نیابد رہ کسے کو مرد نیست

اور اس مرد کی شان یہ ہے کہ:

زمین و آسمان نبود حجاب روی آن سالک
کہ از نعلین مردے گرد او را بر جبین باشد

"پندار" سے ان کو نفرت تھی، جگہ جگہ اس کے خلاف لکھا ہے:

پردۂ پندار دور افگن ز سر گر طالبی

Marfat.com

کادمی را ہیچ چیزے بدتر از پندار نیست
از پئے پندار بیرون آ کہ بینی وصل دوست

پیش رویش قطب دین این چہرۂ پندار تست
عنکبوتے ست کہ بر روی خودش پردہ تند
ہر کجا در پئے پندار خودش بوالہوس است

اسی لیے وہ ایسے نمازی کو بھی نمازی نہیں سمجھتے جو پندار رکھتا ہو اور نیاز (خلوص) سے خالی ہو، بارہا فرماتے ہیں:

زہّاد را نیاز نہ باشد نماز چیست
فارغ ز درد عشق چہ داند نیاز چیست

نزد خدا چو تحفۂ بہ از نیاز نیست
پس ہر کرا نیاز نہ باشد نماز نیست
اے قطب دین نیاز درین راہ پیشہ کن
زیرا کہ قرب حضرت حق از نماز نیست

ایک جگہ یوں ہے:

با زاہد دہر خویشتن بین
از روزہ و از نماز گویم
حاجی کہ در آید از در من
با او سخن از حجاز گویم

ریا کار اور خود بیں زاہدوں سے گریز چاہتے ہیں:

مرد بحلقۂ زہّاد دہر قطب الدین
کہ از دہان تو بوی شراب می آید

وہ کعبہ و مقصود کے حصول کے لیے عشق اور نیاز مندی ہی کو ضروری سمجھتے ہیں:-

جائے کہ ہست کعبۂ مقصود قطب دین
حجاج را مشقت راہ حجاز چیست
قطب دین از کوی تو کے می رود جای دگر
کعبۂ مقصود او غیر از سر کوی تو نیست(۱۳)

Marfat.com

گر ہوس داری رسی در کعبہ مقصود خویش
در بیابانش مثال مرغ طیران بایدت

یہ شاعر پیر سال تھے جیسا کہ ایک شعر میں اشارہ ہے:

آفتاب عمر من رو در زوال آوردہ است
با اجل دست د گریبانم خدایا دست گیر

اور معاشی تنگی بھی تھی فرماتے ہیں:

قطب دین از مفلسی غمگین مشو
چون صدف قانع شو پُردانہ باش

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اے قطب دین چو بار برند التجا ہم
تو در پناہ شاہ جہان آفریدہ باش

دیوان کی زبان صاف اور رواں ہے اور شروع سے آخر تک عشق حقیقی کی ترجمانی ہے۔ لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ملامتی" جماعت سے صاحب دیوان کا تعلق رہا ہوگا۔

ایک جگہ یوں ہے:

گر بظاہر نماز نگذارند
جان عشاق در نماز بود
زاہدان گر حجاز می طلبند
طالب عاشقان حجاز بود

ایک اور غزل ہے:

تا مست و عاشق رخ جانانہ گشتہ ام
با درد عشق ہمدم و ہم خانہ گشتہ ام
بیگانہ ہم ز خویش شدم ہم ز آشنا
رسوا میان خلق چو دیوانہ گشتہ ام
از عاقلانِ دہر گرفتہ کنارۂ
مانند وحشی از ہمہ بیگانہ گشتہ ام
دنیا و آخرت ہمہ برباد دادہ ام

Marfat.com

در عشق یار ساکن میخانہ گشتہ ام
سر ـ حلقۂ ملامتیانِ جہان شدم
در خانقاہ و مدرسہ افسانہ گشتہ ام
گنج نہانِ خویش بہ ویرانہ یافتم
ساکن ازان بہ گوشۂ ویرانہ گشتہ ام
نبود عجب کہ سوختہ باشم چو قطب دین
بر گردِ شمع وصل چو پروانہ گشتہ ام

ایک شعر اس طرح بھی ہے:

قلندرانِ خرابات عشق را بنگر
کہ می دہند ز شوقِ وصالِ تو جان را

نماز نہ گزارنا اور سر حلقۂ ملامتیاں بن جانا وغیرہ اگر استعارہ نہیں ہے تو خیال ہوتا ہے کہ صاحب دیوان شاید قلندر رہے ہوں گے۔ تاہم وہ فرماتے ہیں:

نیم شب برخیز عرض حال خود کن پیش دوست
درد دل شب خود علاج درد مندان می کند
دلا وقت سحر می باش بیدار
سر از بالین خواب ناز بردار
بہ کنج خلوت تاریک بنشیں
گرت باید تجلّی از رخ یار
ہمیشہ باش ساکن بر در دوست
مشو غافل زمانے بہر دیدار(۱۴)

ایک اور غزل میں پھر مقامات کا ذکر کرتے ہیں:

در مقامے کہ دران روز نماید شب تار
از تجلّی رخش مرد شود برخوردار
عکس دلدار در آئینۂ جان در یابد
محو گردد کہ ازو ہیچ نماند آثار
بعد ازان چون برندش بہ مقامے دیگر

Marfat.com

بدرد پردہ و بیند بے عاشق زار
چون شود فانی آن نور شود عاشق مست
نام او گشت درین کوی دگر عاشق یار
رویش از پرتو انوار شود ہمچون عشق
داں مقامے است کہ باشد بہ مثل چون گلزار
حال او گشت دگر گون و ز خود بےخود شد
ظاہرش با من و تو باطن او با دل دار
عاشقان سرِ این کوی چنین تا باشد
قطب دین ما و من خویش درین کو بگذار

دیوان کے شروع میں تین غزلیں حمد میں ہیں۔ پھر ایک نعت ، ۳۰ شعروں پر مشتمل ہے اور اس میں چاروں خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی منقبت بھی ہے۔ وہ نعت اس طرح شروع ہوتی ہے :

اے از شعاع روی تو خورشید تابان را ضیا
آنی کہ ہستی از شرف بالاتر از عرش علا

دوسری نعت اس طرح شروع ہوتی ہے:

یا محمدؐ مہر و مہ را نور چون روی تو نیست
کور بادا آنکہ اورا چشم دل سوی تو نیست

مقطع یوں ہے:

یا محمدؐ ہر کسے را کعبہ جای دیگر است
قطب دین را کعبۂ مقصود جز کوی تو نیست

ایک اور نعت اس طرح شروع ہوتی ہے:

آنجا کہ آفتاب لقای محمدؐ است
خورشید ذرۂ ز ضیای محمدؐ است

دیوان میں ایک غزل کا مطلع ہے:

مجردانِ طریقت جماعتے دگرند
کہ زندہ اند ز یار و ز خویش بے خبرند

Marfat.com

محمد غوثی شطاری مانڈوی کی گلزار ابرار ۔ جس کی تکمیل و تصحیح ۹۹۱ ھ سے ۱۰۲۲ ھ تک ہوئی اور جس کا اردو ترجمہ لاہور سے ۱۳۹۵ھ میں بھی شائع ہوا ہے اس کے صفحہ ۶۰ میں دیوان کا وہ شعر اس طرح ہے :

مجردانِ طریقت جماعتے دگرند
چنان صفت کہ تو داری بدان صفت نبرند

یہ شعر اس ذیل میں ہے کہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار (م ۸۰۰ ھ) کے مقلدین نے حالت تجرید کی یہ گت بنا رکھی ہے کہ چار انگشت کی لنگوٹی پر اکتفا کیا ہے اس شعر کا دوسرا مصرع دیوان کے دوسرے مصرع سے مختلف ہے یہی شعر اس تذکرے (گلزار ابرار) کے صفحہ ۵۴۶ میں بھی ہے ۔ لیکن دوسرے مصرع میں صرف ایک لفظ میں فرق ہے ۔ یعنی

باین صفت کہ تو داری بدان صفت نبرند

اور وہاں اس شعر سے پہلے نزہت لکھا ہوا ہے یعنی یہ شعر نزہت کا ہے پھر صفحہ ۲۱۳ میں بھی ملک شیر خلوتی (م ۱۰۰۵ ھ) کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے نزہت کا ذکر اس طرح آتا ہے:

نزہت کہ وصال باد جانش

نزہت غیر معروف شاعر ہیں لیکن صاحب تذکرہ سے قریب ہوں گے اور ان کا زمانہ بھی ان کے قریب رہا ہوگا تاہم صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ شعر مذکور (جس کا پہلا مصرع بالکل وہی ہے جو اس دیوان میں ہے) کب لکھا گیا ۔ یعنی صاحب دیوان نے پہلے لکھا یا نزہت نے پہلے لکھا۔ بہر حال اندازہ یہی کیا جاسکتا ہے کہ دونوں کا زمانہ قریب قریب کا ہوگا اور یہ دیوان گیارہویں صدی ہجری سے پہلے کا نہیں ہے۔ (۱۵)

واللہ یعلم غیب السموات والارض

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

حواشی

(۱) ۱۲۹۶ھ میں آفتاب الدولہ قلق کی مثنوی طلسم الفت خود ان کی تصحیح سے شائع ہوئی تھی۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اس کے بعد انتقال ہوا ہوگا۔ دیکھیں ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کا مقالہ "لکھنؤ کا دبستان شاعری" صفحہ ۲۸۵ (علی گڑھ ۱۹۴۴ء)

(۲) مولانا عبدالرزاق سے مولانا حسرت موہانی (ولادت ۱۲۹۵ھ) نے سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ پھر ان کے صاحب زادے مولانا عبدالوہاب سے بیعت کی۔ دیکھیں پروفیسر عبدالشکور کی کتاب "حسرت موہانی" صفحہ ۳۵۔ ۳۶ (آگرہ ۱۹۴۶ء)

(۳) مطبوعہ دیوان میں ایک غزل اسی زمین میں ہے اور اس طرح شروع ہوتی ہے:

ہر کہ از خویشتن فنا باشد با خدائے خود آشنا باشد۔

اس دیوان کی کئی غزلیں قوالوں نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ سے منسوب کردی ہیں۔ یہ غزل بھی۔

شب نیاید خواب اندر دیدۂ بیدار من
شب ہمہ شب زانکہ باشد فکر عشقش کار من

(۴) حافظ کی غزل ہے:

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب
کہ آمد ناگہان دلدارم امشب

دیوان میں بحر کچھ مختلف ہے:

بے خود از بادہ یارم امشب
نیست آرام و قرارم امشب

(۵) حافظ کی غزل ہے:

درد ما را نیست درمان الغیاث
ہجر ما را نیست پایان الغیاث

دیوان میں بحر مختلف ہے:

سوخت جانم از غمت اے شاہ خوبان الغیاث

Marfat.com

الغیاث از آتش جان سوز ہجران الغیاث

(۶) گلزار ابرار غوثی (اردو ترجمہ، ص ۳۱۴) میں اس سلسلے کا یہ اچھا شعر ملتا ہے:

نیازارم ز خود ہرگز دلے را
کہ می ترسم درو جاے تو باشد

(۷) نقشبندی سلسلے میں یہ مقام چہارم ہے۔ دیکھیں مولانا زوّار حسین کی عمدۃ السلوک۔ حصۂ دوم، صفحہ ۱۳۰، (کراچی ۱۳۹۰ھ)

(۸) توحید وجودی کا ایک عنوان نزولات (یا تنزلات) خمسہ (یا ستہ) ہے یعنی ذات احدیت اور انسان کے درمیان نزولات ذات پانچ ہیں اور چھٹے مرتبے میں حضرت انسان ہے جو ان پانچوں مراتب کا مظہر ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں مولانا زوّار حسین کی عمدۃ السلوک، حصۂ دوم صفحہ ۷۰ تا ۸۵ (کراچی ۱۳۹۰ھ)

(۹) یہ سلوک نقشبندیہ کی آٹھ اصطلاحات میں سے ایک ہے۔ یہ حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ (م ۶۱۷ھ) کی قائم کردہ اصطلاحات ہیں۔

(۱۰) دیکھیں مولانا زوّار حسین کی کتاب مذکورۂ بالا۔

(۱۱) اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:

حضرت* منصور انا بھی کہہ رہے ہیں حق کے ساتھ
دار تک تشریف لے آئیں گر اتنا ہوش ہے

(۱۲) عشق سے متعلق بہت اشعار اور متعدد غزلیں ہیں۔ مثلاً صفحہ ۳۰، ۳۲، ۳۸، ۵۱ وغیرہ۔ ایک شعر ہے:

عشق آمد و تیغ تیز در دست
بر ہر کہ زدش ز خویش وارست

(۱۳) کعبۂ مقصود کی طرح صاحب دیوان کو قابل کا لفظ بھی بہت پسند ہے۔ مثلاً

قابلے نیست کہ عشق تو نہ دارد در دل
ہر کہ عشق تو نہ دارد بخدا قابل نیست
فانی ز خویش گشتہ و باقیش باخداست
آن قابلے کہ بار امانت کشیدہ است
در نماز عشق ہر جا دیدہ ام من قابلے
روی دل او را بجز در طاق ابروے تو نیست

Marfat.com

از راہ بیخودی ہمہ از خود بریدہ اند
گر مرد قابلی تو ہم از خود برندہ باش

علی الدّوام کی ترکیب بھی متعدد اشعار میں ہے۔

(۱۴) ایک غزل میں ہے:

اے ماندہ بخویشتن گرفتار
از راہ حجاب خویش بگزار
غافل منشیں ز خود زمانے
از ہستی خویش شو تو بیزار

ایک جگہ یہ ہے:

تا نہ میری بوصل او نہ رسی
وصل گر بایدت ز خویش بمیر

ایک شعر یہ ہے:

جان نثار یار کن گر بایدت دیدار او
تا کے از خود نمیرد لائق دیدار نیست

(۱۵) یہ مضمون پورا ہوا تو محترم ڈاکٹر نذیر احمد کا فاضلانہ مقالہ اسی موضوع پر نظر افروز ہوا۔ تاہم اپنی اس حقیر کاوش کو بھی محفوظ رہنے دیتا ہوں کہ شاید کوئی بات قارئین کو مفید نظر آجائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

دیوان احمد جامؒ

شیخ الاسلام ابو نصر احمد (معروف بہ احمد زندہ پیل) بن ابوالحسن ۔ نامق (قریہ جامی) میں ۴۴۱ھ / ۱۰۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں ۵۳۶ھ / ۱۱۴۱ء میں فوت ہوئے۔ ان کے فارسی دیوان کے دو مطبوعہ نسخے دستیاب ہیں۔ ایک نسخہ نول کشور (لکھنؤ) نے ۱۹۲۳ء میں شائع کیا تھا۔ اس میں ۳۰۶ غزلیں (مع متفرقات) ہیں۔ دوسرا نسخہ شیخ الٰہی بخش نے لاہور سے شائع کیا تھا۔ (تاریخ درج نہیں)۔ اس میں ۴۵۸ غزلیں ہیں (۱)۔ یہ نسخہ (جیسا کہ سر ورق میں لکھا ہوا ہے) افغانستان کے والی امان اللہ خاں کے عہد میں شائع ہوا ۔ سر ورق میں احمد جام کے اخلاف کے نام بھی دیے گئے ہیں۔ طباعت کے وقت خواجہ عبدالرحمٰن خاں زندہ تھے اور ان کی فرمائش پر مولوی عبداللہ (خطیب سردستان) نے یہ نسخہ مرتب کیا تھا۔ اخلاف کے نام اس طرح درج ہیں ۔ خواجہ عبدالرحمٰن بن خواجہ فیض محمد خاں بن خواجہ شیر محمد بن خواجہ عبدالرحمٰن بن خواجہ یعقوب بن خواجہ امین (ساکن قریہ سردستان ۔ ہرات) جو شیخ الاسلام احمد جام کے پوتے تھے۔

مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ) نے شیخ الاسلام احمد جام اور شہر جام کا ذکر اس طرح کیا ہے:۔

مولد جام و رشحۂ قلمم ۔۔۔ جرعۂ جام شیخ الاسلامیست
لاجرم در جریدۂ اشعار ۔۔۔ بدو معنی تخلصم جامیست

ہمارے ملک (پاک و ہند) میں احمد جام کے چند اشعار بہت شہرت رکھتے ہیں۔ ایک شعر تو وہ ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ (م ۶۳۳ھ) اس کو سن کر وجد میں آگئے تھے اور اسی عالم میں ان کا وصال ہوگیا تھا۔ شعر یہ ہے:۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔۔۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر است

دوسری وہ غزل (بطور مناجات) مشہور ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے:۔

مفلسانیم آمدہ در کوے تو ۔۔۔ شیئاً للہ از جمال روے تو

Marfat.com

احمد جام کے بعض اشعار سے ان کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ ایک شعر میں انھوں نے اپنے زندہ پیل ہونے کا اعتراف کیا ہے:۔

سراسر جملہ عالم پُر ز فیلاں ولے چوں احمدی فیل خدا کو ؟

ایک شعر میں انھوں نے اپنے بڑھاپے کا ذکر کیا ہے:۔

شد موے سفید از سیاہی قلب تو نہ شد سفید کاری

ایک شعر میں اپنی غریبی کا ذکر بھی کیا ہے

احمدا اندر غریبی غم مخور دل شادباش کہ دریں غربت بتقدیر خدا افتادہ ایم

ایک غزل میں اپنے شہر والوں کی بے وفائی کا ذکر کرتے ہیں:۔

اے دل وفا ز طائفۂ بے وفا مجوی تریاقِ جاں فزا ز لبِ اژدہا مجوی

در شہر ما وفا بہ مثل کیمیا شدہ در تنگنائے دہر ز کس کیمیا مجوی

ایک اور شعر ہو:۔

احمد وفا مخواہ ز یارانِ بے وفا مہر و وفا چو از ہمہ اہلِ وفا گذشت

ایک غزل میں نکو نامی کو عشق میں پسند نہ کرتے ہوئے بدنامی پر زور دیا ہے کہ:۔

ع نام نیکوے عشق بدنامی ست

اسی غزل میں ابو سعید ابوالخیر (م ۴۴۰ھ) اور بایزید بسطامی (م ۲۶۱ھ) کو عشق کی دنیا کا مرغ اور باز کہا ہے

مرغ او بوسعید بوالخیر است باز او بایزید بسطامی ست (۲)

احمد جام شطحیات کے لیے مشہور ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

کجا ست چشم خدا بیں کہ روے ما بیند عیاں ست صورت ما در وجود ایں اشیا

احمد چو بخویش گشت عاشق معشوق و عشق درمیاں چیست

مئے توحید را در جام کردند بہ مستانِ الست اعلام کردند

در مذہب ما دوئی نہ گنجد ما جملہ جہاں یکے شماریم

اے احمدی از یقین ببینی دانی بہ یقین کہ ما خدائیم

Marfat.com

نقاش ہر نقشم عیاں من ملحد دیرینہ ام — دیگر کسے نہ درمیاں من ملحد دیرینہ ام

ما ز نسل خاک و باد و آب و آتش نیستیم — کُلِ موجودات مایم و خلیفہ زادہ ایم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بھی لکھی ہے بلکہ خلفائے راشدین اور ائمۂ دوازدہ کی منقبت بھی لکھی ہے، لیکن

ع ماجملہ را یکے شماریم ...... کے تحت ایک شعر ایسا بھی ہے جس کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی

در مذہب عاشقاں یک رنگ — شیطان و محمد است ہم سنگ (۳)

مولانا جامی نے نفحات الانس (۴) میں احمد جام کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں کہ وہ اُمّی تھے لیکن سراج الطابرین کتاب لکھی تھی۔ اور حضرت ابوسعید ابوالخیر (م ۴۴۰ھ) کا خرقہ (بمطابق وصیت) ان کو ملا تھا۔ وغیرہ۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے شاعرانہ کلام پر علمائے عصر نے اعتراض نہیں کیا۔ لیکن ان کی شطحیات کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے جس پیر کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے وہ محض استعارے ہیں (نفحات الانس میں ان کے دنیوی پیر کا کوئی ذکر نہیں) :-

شیخ شیوخ جہاں، احمد قطب زماں — بندۂ وے انس جاں، سرور عالی جناب

در نظرش ہر دو کون ذرّہ بود فی المثل — در کف دریاے او قطرہ نما بحر آب

پیر جہاں گیر بیں درس ازل — تختۂ اسرار غیب خواندہ بہ آمدہ از حق خطاب

آنکہ گردوں سر بزیر پاش درو افگند — مقتدائے نسل آدم رہنمائے عاجزاں

ہر حرف کہ بر تختۂ ہستی ست رقم زد — آں کس کہ سرا پردہ بصحرائے عدم زد

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

حواشی

(۱) ایک عکسی نسخہ ڈاکٹر عابد علی خاں (سابق صدر شعبۂ فارسی۔ کراچی یونیورسٹی) کے پاس ہے لیکن وہ مکمل نہیں ہے۔

(۲) ایک شعر میں نظامی گنجوی (۵۳۵ھ تا ۵۹۹ھ) ذکر ہے۔ جو ظاہر ہے کہ الحاقی ہے، کیوں کہ نظامی ایک سال کے تھے جب احمد جام فوت ہوئے۔ وہ شعر یہ ہے:۔

منشی سخن در ہمہ جا خواجہ نظامی ست　　　کو خیمہ گفتار بہ بستان ارم زد

(۱) یہ شعر لاہوری ایڈیشن میں ہے لیکن لکھنوی ایڈیشن میں دوسرا مصرع اس طرح ہے:۔

ع　ہادی و مصلیّ است ہم سنگ

قلندر کے اوصاف میں ان کی ایک غزل بیالیس اشعار کی ہے:۔

قلندر پرتو نور الٰہی است　　　قلندر پرتو انوار شاہی ست

(۲) نفحات الانس (مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس۔ لاہور ۱۳۴۵ھ)۔ صفحہ ۲۴۶ بعد۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

دیوانِ ظہیر

فارسی کے مشہور شاعر ظہیر فاریابی (المتوفی ۵۹۸ھ) سے غزلیات کا ایک دیوان بھی منسوب کردیا گیا ہے جو نول کشور پریس، لکھنؤ سے ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا تھا اور اس کے سرورق پر اس شاعر کی تعریف کا ایک مشہور شعر درج ہے:

دیوانِ ظہیرِ فاریابی   در کعبہ بدزد اگر بیابی

لیکن اگر ان غزلیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ ظہیر یقیناً بعد کے عہد سے تعلق رکھتا ہوگا۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ ہر غزل میں مقطع (شاعر کا تخلص) موجود ہے۔ جو چھٹی صدی ہجری میں عموماً رائج نہیں تھا۔ سنائی (م ۵۳۵ھ) جو فارسی غزل کے بانی کہے جا سکتے ہیں اپنی غزلوں میں شاذ و نادر ہی تخلص لاتے ہیں۔ یہی حال سیّد حسن غزنوی (م ۵۸۶ھ)، فلکی شروانی (م ۵۰۰ھ)، انوری (م ۵۸۵ھ)، جمال الدین اصفہانی (م ۵۸۸ھ) وغیرہ کا ہے۔ صرف خاقانی (م ۵۹۵ھ) کے یہاں تخلص کا التزام نظر آتا ہے۔ لیکن پھر کمال الدین اسمعیل (م ۶۳۵ھ) کے یہاں نہیں ہے۔

۲۔ شاعر نے بعد ایسی کتابوں کا استعارۃً ذکر کیا ہے جو ظہیر فاریابی سے بہت بعد کی ہیں۔ مثلاً کیمیائے سعادت (غزالی، م ۵۰۵ھ)، مخزن اسرار (نظامی۔ م ۵۹۹ھ)، گلشن راز (محمود شبستری۔ م ۷۲۰ھ) اور مطول (تفتازانی۔ م ۷۴۸ھ) کا ذکر ان اشعار میں آتا ہے:

اکسیرِ کیمیائے سعادت دلِ من است   گوگرد احمرم کہ طلا را کند نحاس

مخزنِ اسرارِ معنی ابر گوہر بار ماست   در درجِ معرفت لعلِ لب گفتار ماست

شرحِ ابروش ز دیباچۂ آن چہرہ ظہیر   شاہ بیتی ست کہ از گلشنِ راز آوردم

شرحِ مطوّل سر زلف تو برہم است   پنداشت دل چو رمز لبت مختصر شود

اس ظہیر کا ایک قلمی دیوان اسلامیہ کالج پشاور کے کتاب خانے میں ہے جس میں

Marfat.com

ایک جگہ شاعر نے حافظ شیرازی (۷۹۱ ھ) کا ایک مصرع تضمین کیا ہے:

بکوے دوست ظہیر آن چنان کہ حافظ گفت   تسیے کن د جان بین چگونہ می سپرم

۳۔ دیوان میں شاہ عباس اعظم (م ۱۰۳۸ ھ) کے چہار باغ کا ذکر بھی آتا ہے جو اس بادشاہ نے زایندہ رود کے قریب ۱۰۰۶ ھ میں اصفہان میں تعمیر کرایا تھا:

ز سیر چار باغ از دیدہ ام زایندہ رود آمد   صفاہان بر من بیچارہ زندان است در واقع

۴۔ شاعر نے گاؤ تکیہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو شاید گیارہویں (۱۱) صدی ہجری سے پہلے نہیں تھا۔

رد ضعیف و مـ ـس و بے قیمتم ظہیر   فارغ چو گاؤ تکیہ بہ دیوار دادہ ام

۵۔ اب ہم ایک قطعی ثبوت کی طرف آتے ہیں۔ شاعر نے ایک شعر میں صاف طور پر خود کو صائب اصفہانی (م ۱۰۸۰ ھ) کا شاگرد کہا ہے:

بہ شعر فخر ازان می کند ظہیر کہ سر   چو خامہ بر خط تعلیم صائبا دارد

اتفاق سے پژمان کا مجموعہ "بہترین اشعار" (تہران ۱۳۱۳۔ صفحہ ۸۶۵) دیکھا تو اس میں جو اشعار ظہیر - اصفہانی" کے درج ہیں وہ سب کے سب مذکور الصدر مطبوعہ دیوان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس طرح قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ ظہیر اصفہان کا تھا۔ اور وہ یقیناً ظہیر فاریابی سے مختلف ہے۔ لیکن اس اصفہانی ظہیر کے کوئی حالات کہیں نہیں ملتے۔ اس کے دیوان سے البتہ چند اشارات جمع کیے جاسکتے ہیں۔

شاعر خود کو ظہیر کے علاوہ ظہیری بھی کہتا ہے

اگر پرسند عکس حال ظہیری را بگوئیندش
کہ در دام است آن مرغے کہ شب از آشیان گم شد

میان خوب رویان سربلندی می سزد او را
کہ دارد چون ظہیری عاشق زار دعا گوئے

صائب کی طرح اس کا شاگرد بھی اہل وطن سے نالاں ہے:

ہر چند ظہیر از وطن خویش بنالیم   بر ما رہ سلطان خراسان نہ توان بست

فکر ارباب سخن را نہ شناسند ظہیر   این قدر گنج کہ از سینہ فشاندیم عبث

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ وہ رزق کی تلاش میں کرمان بھی کبھی گیا تھا:

ما را برات عشق ز کرمان بریدہ شد — زان پس بنامِ شاہ خراسان نوشتہ اند

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ (م ۲۰۳ ھ) کی مدح میں ایک غزل بھی ہے:

ز دور گوے ثریا یکے فریسم نوس — ز جذبۂ کرمِ خود مکن مرا مایوس

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دو نعتیہ غزلیں بھی ہیں:

کسے کہ می زند از شکوۂ فلک تشنیع
تمیز عقل نہ دارد چو کودکانِ رضیع
اے ز بلال ناخنت بدر بیک اشارہ شق
چرخ نثار مقدمت کردہ ستارہ در طبق

دربار صفوی کے تشیّع کے باوجود شاعر سُنّی معلوم ہوتا ہے:

ظہیر اگر تو بحشر نجات می طلبی — ز صدق دامن پیغمبر و صحاب بگیر

شاعر تصوف سے تعلق رکھتا ہوگا:

من پرتوے ز عشقم و بر حسن مائلم — مجنونِ نجدِ عشقم و لیلیٰ قبائلم

مرد را بر تن لباسِ معرفت آرائش است — زن طبیعت میل بر دیباے زرکش می کند

قناعت و استغنا کے مضامین بھی بہت جگہ آتے ہیں:

دنیا طلب مباش و مکن جستجوے گنج — قارون بخاک تیرہ شد از آرزوے گنج

چیں او بتوکل تمام نیست ظہیر — کسے کہ وقت سفر فکر زاد راہ کند

درین دو روزۂ فانی ظہیر حیرانم — کہ بر متاع قلیل جہان کنند نزاع

شاعر سے متعلق دیگر تفصیل راقم الحروف کے انگریزی مضمون مطبوعہ سندھ یونی ورسٹی جرنل (جلد اول ۱۹۶۱ء) میں ملاحظہ فرمائیں۔

("چند فارسی شعرا"۔ از ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، حیدرآباد، سندھ ۱۹۸۹ء)

حاشیہ

(۱) ملا طغرا (م ۱۰۷۸ھ) کا شعر ہے:

نہ بود ہے اگر تیرگی بد نمود — شدے گاہ نکیہ ز چرخ کبود

Marfat.com

بعض مظلوم کتابیں

"مظلوم" سے مراد ایسی کتابیں ہیں جن کے متعلق معلومات مفقود ہیں، سہواً بھی اور عمداً بھی۔ یہاں کوشش کی گئی ہے کہ چند حقائق پیش کر دیے جائیں۔ پھر بھی بہت ممکن ہے کہ خود راقم الحروف کو غلط فہمی ہو گئی ہو، اس لیے اصلاح کی درخواست ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس مضمون کو پڑھ کر بعض حضرات ناخوش ہوجائیں تو ان سے معذرت ہی کی جاسکتی ہے۔

انیس الارواح :۔ انیس الارواح، حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ (۶۱۷ھ) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۷ھ) نے مرتب کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی نسبت سے قاریوں نے اس مجموعے کو خوب پڑھا اور اپنی سمجھ کے مطابق اس پر حاشیے چڑھادیے پھر کاتبوں نے ان حاشیوں کو بھی شامل متن کر کے اس کی اصل صورت کو مسخ کر دیا۔ موجودہ دور میں جب بعض فضلا نے اس کی ایسی صورت دیکھی تو اس کو غیر مستند بھی کہا اور بعض نے سرے سے انکار ہی کر دیا کہ وہ ملفوظات ان بزرگوں کے نہیں ہیں۔ یعنی ایسے فضلا نے اس کی موجودہ صورت ہی سے نتائج اخذ کرنا کافی سمجھا اور اس کے قدیم نسخوں کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش ضروری نہیں سمجھی۔

یہ مجموعہ (رسالہ) جس صورت میں بھی تھا ضرور متقدین کی نظر میں تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نے اخبار الاخیار میں حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۵ھ) کے تذکرے میں حمید قلندر کی خیر المجالس کا حوالہ دیا ہے کہ۔

"ایک عزیز دو گائیں ذبح کرے گویا اس نے ایک خون کیا اور جو شخص چار گائیں ذبح کرے گویا اس نے دو خون کیے اور جو شخص دس بکریاں ذبح کرے گویا اس نے ایک خون کیا۔ (یہ بات سن کر) پہلے تو حضرت خواجہ (نصیر الدین) نے فرمایا کہ یہ بارونی نہیں بلکہ ہرونی ہے کہ وہ گاؤں ہرون تھا۔ (ا) حضرت خواجہ (عثمان) جہاں رہتے تھے۔ پھر فرمایا کہ یہ ملفوظ حضرت (عثمان) کا نہیں ہے۔ (ملفوظات کے) یہ نسخے مجھے بھی پہنچے ہیں۔ ان میں بہت

Marfat.com

سے ایسے ملفوظات ہیں جو ان کے اقوال (تعلیمات) کے مطابق نہیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ نظام الدین قدس سرہ (م ۷۲۵ھ) فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی کیوں کہ شیخ الاسلام فرید الدین (گنج شکر م ۶۶۴ھ) اور شیخ الاسلام قطب الدین (بختیار کاکی۔ م ۶۳۳ھ) اور خواجگان چشت میں سے کسی نے بھی تصنیف نہیں کی" (یعنی ان کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ ملفوظات کے جمع کرنے کا ذکر نہیں ہے)۔ اس اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے زمانے ہی میں ان کے ملفوظات میں غلط چیزیں شامل ہو گئی تھیں۔ تاہم مونس الارواح کا وجود ان کے زمانے میں تھا، جیسا کہ مفتاح العاشقین (صفحہ ۱۸) میں ان کا ایک قول اس طرح آتا ہے:۔

"بعد ازاں ہم ازیں محل فرمود کہ اے درویش در انیس الارواح نبشتہ دیدہ

انیس الارواح کا ایک ملفوظ، جسے ایک پروفیسر صاحب نے wild talks (بے سروپا باتیں) کہا تھا (۲) خود حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک مستند تاریخ میں مذکور ہے۔ فاضل جلیل پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم نے ایک مقالے میں اسے اس طرح تحریر فرمایا ہے:۔

ہفت اقلیم رازی (۳) میں خواجہ صاحب کی ایک تحریر نقل کی گئی ہے جو ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے،اس میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ "بغداد کی مسجد جنید میں میں نے خواجہ عثمان ہرونی کی دولت ملازمت حاصل کی فرمایا "دوگانہ پڑھو" میں نے پڑھا۔ پھر فرمایا۔ "قبلہ رو بیٹھو" میں بیٹھا۔ فرمایا "سورہ بقرہ پڑھو" میں نے تعمیل کی۔ اس کے بعد فرمایا۔ "بیس بار کلمہ سبحان اللہ پڑھو"۔ میں نے پڑھا۔ پھر فرمایا "آؤ میں نے تمھیں خدا تک پہنچا دیا ہے۔" پھر قینچی لے کر چار ترکی کلاہ تراشی اور گلیم خاص مجھے عطا کی۔ پھر فرمایا، بیٹھو اور ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو۔ ہمارے خانوادے میں یہی ایک دن اور ایک رات کا مجاہدہ ہوتا ہے جاؤ اور ایک رات اور ایک دن کو زندہ رکھو (یعنی جاگ کر عبادت میں مشغول رہو) جب دوسرا دن ہوا تو میں خواجہ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا "اوپر دیکھو" جب میں نے آسمان کی طرف منہ کیا، تو پوچھا کیا نظر آیا؟" میں عرض کیا، عرش عظیم تک (راہ) کھلی ہے" پھر فرمایا "زمین میں کیا مشاہدے کرتے ہو؟" عرض کیا "تحت الثریٰ تک میرے سامنے ہے" پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں کھولیں اور فرمایا "کیا نظر آتا ہے؟" میں نے عرض کیا "اٹھارہ ہزار جہانوں کا مشاہدہ کر رہا ہوں"۔ پھر فرمایا "جاؤ تمھارا کام مکمل ہوگیا"۔ (۵)

Marfat.com

مطبوعہ انیس الارواح کے شروع میں بھی یہ تمام عبارت کچھ فرق اور اضافے کے ساتھ ملتی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ رسالہ ضرور حضرت خواجہ صاحب ہی نے مرتب فرمایا ہوگا۔ گو کہ اس کے اضافے۔ ترمیمات اور متعدد واقعات (جو دوسرے لوگوں نے شامل کیے ہوں گے) صحیح نہ ہوں۔ اور آٹھ سو سال کی پرانی کتاب میں ایسا ہونا بعید از قیاس بھی نہیں۔

حیات باقیہ :۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ) کے ملفوظات (جو حیات باقیہ کہلائے گئے) اور ان کے ساتھ آپ کے مکتوبات و رسائل کا مجموعہ جو کلیات باقی (مع کلام منظوم) کے نام سے لاہور سے بھی (۱۹۶۷ء میں) شائع ہوا ہے اس کے مرتب نے اپنا نام پوشیدہ رکھا ہے۔ مجموعے کے شروع میں وہ لکھتے ہیں :۔

"بعد از حمد صلوۃ نمودہ می آید کہ چوں بسابقہ عنایت ازلی و راو نمونی سعادت لم یزلی این ذرہ احقرکہ نام خود را از عنایت بے اعتباری شائستہ اندراج این نامہ بلند قدر نمی بیند از جملہ بار یافتگان درگاہ خواجہ جہاں پناہ ... شد ...."

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مرتب نے اپنا نام عمداً پوشیدہ رکھا ہے۔

حیات باقیہ دراصل ایک قسم کی ڈائری ہے جس میں ۱۰۰۹ھ سے ۱۰۱۲ھ تک کے بعض واقعات وقفے وقفے سے درج کیے گئے ہیں اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے ملفوظات اور ہدایات کو محفوظ کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ کا انتقال ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ کو ہوا۔ مرتب نے سات بند کا ایک ترکیب بند (بہ طور مرثیہ) لکھا جس میں ایک جگہ اپنا تخلص اس طرح دیا ہے :۔

"رشدی ازاں نفس کہ رخ خود نہفت دوست ساز طرب شکست و نوائے ترانہ مرد"

میرا خیال ہے کہ یہ تخلص بھی عمداً بدلا ہوا ہے اور مجموعے کے مرتب مولانا محمد صدیق المتخلص بہدایت ہیں جو پہلے حضرت خواجہ کے مرید ہوئے اور ان کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے زیر تربیت رہے۔

ملفوظات میں پنج شنبہ، ششم صفر ۱۰۰۹ھ کے ذیل میں وہ حضرت خواجہ سے ملفوظات مرتب کرنے کی اجازت کا واقعہ لکھتے ہیں کہ: زیادہ اصرار اور عرض و معروض کے بعد

Marfat.com

اجازت ملی، لیکن فرمایا کہ مجھے دکھلا دیا کرو پھر ماہ رمضان ۱۰۰۹ھ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ :

میاں شیخ احمد (یعنی حضرت مجدد الف ثانیؒ) کی مکرر درخواست پر حضرت خواجہ نے اس مجموعے کے مرتب کرنے کی اجازت دی، ملفوظات میں جمعہ دوم جمادی الاولیٰ ۱۰۱۰ھ کے ذیل میں اپنی ضرورت شرعی روزی کے لیے سفر پر جانے کی اجازت چاہنے کا واقعہ لکھتے ہیں پھر شنبہ یکم صفر ۱۰۱۲ھ کو واپس آنے پر حضرت خواجہ کے ایک ارشاد کو نقل کرتے ہیں کہ

" تا کجا رفتی و چوں بودی وچہ آوردی ؟ "

پھر ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ کے ذیل میں لشکر کی ملازمت سے متعلق عرض داشت کا ذکر ہے کہ اس موقع پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ " چند روز جاے نہ روو کہ آخر ہاے بازار ماست ـــــ " پھر اسی ماہ کی ۱۷، ۲۳، اور ۲۵، تاریخوں کی صحبتوں کا ذکر آتا ہے اور یہ بھی کہ آخر وقت میں صرف خواجہ حسام الدین احمد (م ۱۰۴۳ھ) خدمت میں تھے۔ ملفوظات کے ان تمام وقائع سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتب ۱۔ شاعر تھے ۲۔ حضرت خواجہ سے ملفوظات زیرہ لکھنے کی اجازت (حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سفارش پر) حاصل کرچکے تھے ۳۔ معاش کے لیے لشکر کی ملازمت بھی کر رہے تھے۔

ان کے شاعر ہونے کا ثبوت خود وہ ترکیب بند ہے جو ملفوظات کے آخر میں ہے۔ صاحبِ " حضرات القدس " (حصہ دوم) میں مولانا محمد صدیق کشمیؒ کے حالات میں ان کی شاعری اور ان کے اشعار کا ذکر ہے (۷)۔ مرتب نے ملفوظات لکھنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ صاحبِ " حضرات القدس " (حصہ اول) نے حضرت خواجہ کے حالات کے ذیل میں مولانا محمد صدیق ہی کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت خواجہ کے متعلق میں نے فلاں فلاں بات ان سے معلوم کی یعنی وہ حضرت خواجہ سے زیادہ قریب رہ چکے تھے (اور ملفوظات بھی لکھے تھے) اس لیے انھی سے معلوم کیا جاسکتا تھا۔ (۸) مولانا محمد صدیق کا لشکر میں ملازم ہونا، حضرت خواجہ کے مکتوبات (نمبر ۲۵۔ ۳۰۔ ۴۴) سے بھی مستنبط ہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات میں بھی ذکر ہے۔ مثلاً دفتر اول کے مکتوبات ۱۱۹ میں آپ نے میر محمد نعمان کو لکھا ہے

" شنیدہ شد کہ مولانا محمد صدیق نوکری اختیار کردہ وضع فقراء را گذاشتہ است۔ افسوس ہزار افسوس ـــــ "

دفتر اول کے مکتوب ۱۳۲ میں فرماتے ہیں :

" اے برادر ظاہرا از صحبت فقراء دل تنگ گشتہ مجلس اغنیاء

Marfat.com

مجلس اختیار کردہ اید۔ بسیار بد کردہ اید۔۔"

اسی دفتر کے مکتوب ۱۳۶ میں فرمایا ہے

"رفتنِ شما دریں دفعہ بہ لشکر معقول فقیر نمی شود ۔۔۔"

پھر اسی دفتر کے مکتوب ۱۰۶ میں ارشاد ہے:

"شعر خوانی و قصہ پردازی رانصیب اعداء دانستہ بہ سکوت و حفظ نسبت باطن باید پرداخت ۔۔۔" (۹)

ان ہدایات و ارشادات کے بعد مولانا محمد صدیق نے وہ مقامات طے کیے ہوں گے جن کا ذکر دفتر اول کے مکتوبات نمبر ۱۲۵۔ ۲۳۱۔ میں ہے اور ممکن ہے کہ اس کے بعد ہی آپ نے ۱۰۱۹ھ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علوم و معارف "مبداو معاد" کے نام سے مرتب کیے ہوں گے جس کے آخر میں آپ کے دو تاریخی قطعات بھی ہیں۔

بہر حال جو شخص ۱۔ شاعر ہو ۲۔ لشکر کا سپاہی رہ چکا ہو ۳۔ حضرت خواجہ کا فیض یافتہ ہو ۴۔ حضرت مجدد کو "استاذی" کہے اور ۵۔ جس سے صاحب حضرات القدس وغیرہ حضرت خواجہ کے حالات معلوم کریں وہ اس زمانے میں مولانا محمد صدیق کشمی (المتخلص بہ ہدایت) کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مکاشفات عینیہ (یا غیبیہ):۔۔ راقم الحروف نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکاشفات ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع کیے تھے۔ بعض قلمی نسخوں میں اس رسالے کا نام مکاشفات عینیہ لکھا ہوا ہے اس لیے اس لیے اسی نام کو ترجیح دی تھی۔

رسالے کے شروع میں (صفحہ ۵) تحریر ہے کہ

"نمودہ می آید کہ درسال یک ہزار پنجاہ ویک، ورقے چند از مسودات قدسی آیات حضرت قدوۃ المحققین ۔۔۔ امامنا وقبلتنا الشیخ احمد بن عبدالاحد الفاروقی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس از بعضے دوستان بدست افتاد ۔۔۔ بخاطر یکے از فدویان ایں درگاہ قرار یافت کہ نقل ازاں بردارد وآں لآلی منثور رادرسلک جمع و ترتیب ازد باید داشت کہ اکثر معارف آں اوراق ازعلوم سابقہ آنحضرت اند ونیز بعضے ازاں اوراق ازاں قبیل اندکہ حاصل علوم آں در

Marfat.com

رسائل و مکاتیب آنحضرت است لیکن چوں بساط سخن در آنجا بہ طرح دیگراست واز فوائد زوائد نیز خالی نیست تبرکاً آں رانیز دررنگ سائر اوراق نقل گرفتہ بہ بیاض آورد و رسالہ موسوم بہ " مکاشفات عینیہ " ترتیب داد و شجرات مشائخ قادریہ و نقشبندیہ کہ آنحضرت املا فرمودہ اند و اجازت نامہ ہا کہ بہ بعضے از خلفائے خود نوشتہ اند تیمناً نقل آں نیز پیش از مکاشفات آوردہ شدو استطراد آسامی اینک پیران چشت رانیز نوشتہ شد ہر چند املاء آنحضرت نیست...."

اس عبارت میں صرف " امنا وقبلتنا " جیسے الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ آپ کے صاحبزادہ والا مرتبت یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ (م ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۹ء) نے لکھے ہوں گے اور جہاں آپ کے مختلف خلفاء کے متعلق اجازت نامے درج ہیں وہاں سب سے آخری اجازت نامہ جو بہت مختصر بھی ہے خواجہ محمد ہاشم کشمی سے متعلق ہے اس لیے قیاس تھا کہ مؤخرالذکر نے انکسار کی وجہ سے اس طرح آخر میں درج کیا ہوگا اور اس مجموعے کے مرتب خواجہ محمد ہاشم کشمی ہی ہونگے۔ چناں چہ انھی کو اس کا مرتب قرار دیا گیا تھا۔ لیکن مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب " حضرت مجدد اور ان کے ناقدین " (صفحہ ۴۶) میں لکھا ہے کہ یہ مجموعہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ ہی نے مرتب فرمایا تھا۔ بعد میں جناب محمد اقبال مجددی نے بھی حسنات الحرمین کے مقدمے (صفحہ ۱۹) میں یہی بات کہی ہے۔

بہرحال راقم الحروف کو اصرار نہیں ہے کہ خواجہ محمد ہاشم کشمی ہی نے یہ مجموعہ مرتب کیا ہوگا۔

حضرت مخدوم نوح ہالائی کا فارسی ترجمہ قرآن مجید:۔ حضرت مخدوم نوح ہالائی قدس سرہ (م ۹۹۸ھ / ۱۵۹۰ء) نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا تھا اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ (م ۱۱۷۶ھ) کے ترجمے سے مقدم ہے۔

جناب مخدوم محمد زماں طالب المولیٰ صاحب (موجودہ سجادہ نشین ہالا) کی مالی اعانت سے راقم الحروف نے ۱۹۶۲ء میں اس ترجمے کا پہلا پارہ شائع کیا تھا۔ اس ترجمے کے کاتب

Marfat.com

حضرت مخدوم نوح کے خلیفہ حضرت بہاء الدین گودریہ تھے جنھوں نے اپنے پیر بھائی حضرت سید ابوبکر کی فرمائش پر اس ترجمے کی کتابت کی تھی۔

مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی صاحب مدظلہ نے سندھی ادبی بورڈ کے تعاون سے ۱۹۸۳ء میں پورا ترجمہ شائع کیا ہے اور حضرت بہاء الدین گودریہ کی تحریر کے ایک نسخے کا عکس بھی اپنے مقدمے میں (صفحہ ۴۱ کے مقابل) دیا ہے۔ حضرت بہاء الدین نے ورق اول کے حاشیے میں اور پھر آخری ورق پر اس ترجمے کی کتابت سے متعلق جو تفصیل دی ہے وہ راقم الحروف نے پہلے پارے کے مقدمے میں پیش کر دی تھی۔ لیکن مولانائے موصوف نے اس پر توجہ نہیں فرمائی اور ۲۱ سال کے بعد جب خود اس تفصیل کا مطالعہ فرمایا تو اس کے بہت سے الفاظ مٹ چکے تھے۔ راقم الحروف اس تحریر کی قدامت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو یہاں پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہونے پائے۔ پہلے ورق کے حاشیے پر حضرت بہاء الدین گودریہ لکھتے ہیں۔

بدانکہ باسمہ سبحانہ و صلوۃ حبیبہ علیہ السلام بعد از آوردن سرخی از شہرتہ مرقہ از بیست و ہفتم ماہ شعبان در نوشتن ترجمہ بعد ظہر شروع کردم در تاریخ ۱۰۱۱ھ بفضل و کرم الٰہی امید کہ بحرمت قرآن و بحرمت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم جملہ ترجمہ بخیریت و سلامت تمام گردد۔ آمین آمین۔ چوں سورہ توبہ تمام شد درمیان ماہ ذوالحج و محرم تا بیست و ہفتم دے تعطیل افتادہ بعد باز از بیست و ہفتم محرم از سورہ یونس شروع ترجمہ کردم بعدہ تا آخر سورہ شعراء درماہ ربیع الآخر رسیدم۔ بعدہ باز فاصلہ شد تادرسیوم ماہ رمضان از سورہ نمل شروع کردم وقت ضحیٰ درخانہ خود متوجہ بجنوب تا بیستم ماہ رمضان ...... وہ روزہ اعتکاف بعد از عید رمضان شروع کردم از عنکبوت۔ ذی الحجہ پس از غرہ پنج نہ نوشتم تاروز بیستم ماہ ذی الحجہ شروع نوشتہ شد واز بیست و ششم ماہ ذی الحجہ تا ..... محرم الحرام نوشتم۔ بعدہ از دوشنبہ مجمع شروع افتاد ..... ثم بعد ذلک درروز پنج شنبہ ہفدہم ماہ صفر تمام شدبدست فقیر حقیر در حجرہ متبرکہ بحرمت ترجمہ قرآن کریم وقت ضحیٰ کبری در تاریخ ۱۰۱۳ھ۔ ہزار و سیزدہ سال از ہجرت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

بدانکہ دردہ ماہ دریں سال تمام ترجمہ شدہ است۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ ترجمے کی کتابت ۲۷ شعبان ۱۰۱۱ھ (ایک شنبہ / ۳۰ جنوری ۱۶۰۳ء) سے شروع ہوئی اور پنج شنبہ ۱۷ صفر ۱۰۱۳ھ (۵ جولائی ۱۶۰۴ء) کو مکمل ہوئی۔

پھر بالکل آخری ورق میں سرخ روشنائی سے حضرت بہاء الدین گودریہ نے مزید

Marfat.com

تفصیل اس طرح لکھی ہے:۔

"تحریر مصحف را تاریخ، کاتبش نہ نوشتہ ولیکن تحریر ترجمہ در سال ثلث عشر والف سنہ بودبدست فقیر بہاء الدین گودریہ کہ یکے از فقیران سنداست وباعث بر نویسانیدن ترجمہ حضرت سید سادات طالب وصول رب العلمین میاں سید ابوبکر سلمہ اللہ تعالیٰ است و چوں ایں فقیر نظر کرد در مصحف مخدوم آں طریقہ (کہ غوث ـــ حضرت مخدوم نوح قدس سرہ ـــ) کہ در مصحف مخدوم است واضح ترکتابت بود مصحف بطریقے بود کہ در سند یافتہ نہ شود کہ اول ہر صفحہ اوآیت است وآخر ہر صفحہ نیز آیت تمام بودو ہردہ ورق جزوے تمام بود کہ درسیپ کراس تمام شدہ است و درمیان ہر دوسطرے مفاصلہ سہ سطر ترجمہ واضح کتابت داشت وآں ترجمہ در مصحف پیش از جلد کردن تمام نوشتہ بود۔ وایں فقیر نہ کاتب چوں کاتبان است ونہ خوش وقت ہرحال است و نہ بے جلد مصحف یافت ونہ درمیان دو سطر قابلیت بیش از یک سطر ترجمہ یافت بلکہ دربا بہا چناں درج قرآن از جہت حروف قران می دید کہ چوں تمام ترجمہ زیر ہر حرفے نہ شد آں را بیرون نوشتہ است و درجاے بعضے چناں باریک نوشتہ شدکہ بناقل تمام صاحب علم کہ واقف رسم کتابت فقیر شدہ باشدی یابدوالحاصل مناسبت ایں مصحف بمصحف مخدوم در عشر عشیر واقع نہ شد بجزآنکہ ہر گاہ کہ نوشتم بہرحال کہ بودم از نوشتن گاہ ہر روز گاہ بعد از ایام ربعے از قرآن یا رکوعے یا چند سطرے بہرقلم باریک یا سطبر، راست حروف یا معوج تحریر شد۔ از حضرت سیدسادات بمعذرت حال خودبہ امید مغفرت گناہ درخدمت کہ باتقصیر تمام می کردم۔ الحال از امیدداری دعاے براے خودو اہل و اولاد خود روے درشرم ساری بسیار بستم لیکن چوں نقل کلام اہل فضل است کہ العذر عندالکرام مقبول، عفو گناہ خودرا امید دارم کہ چوں قابلیت اصلی مرامقدر بایں مرتبہ رسیدہ بود برہمان نہج ظاہر شدہ والسلام علی الناظرین۔ الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ والدعاء مطلوب والفاتحۃ السلام الخاتمہ مرغوب۔ (۱۳)

اگر اس عبارت کا مقابلہ اس عبارت سے کیا جائے جو سندھی ادبی بورڈ کے شائع کردہ قرآن مجید کے مقدمے میں ہے تو اس کے اکثر مقامات میں کمی نظر آئے گی اور اس میں اوپر کے قوسین کی وہ عبارت بھی نہیں ہوگی جو حضرت بہاء الدین گودریہ نے حاشیے پر لکھی تھی۔

ذریعۃ الوصول الیٰ جناب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:۔ یہ رسالہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں ماثورہ دعائیں ہیں۔ مہران آرٹس کاؤنسل،

Marfat.com

حیدرآباد (سندھ) نے خوبصورت سرورق کے ساتھ شائع کیا ہے۔ سال اشاعت درج نہیں۔

ایک فاضل نے رسالے کے شروع میں "زندگی مؤلف" فارسی میں لکھی ہے۔ اس میں مخدوم محمد ہاشم کی وفات ماہ رجب ۱۱۷۴ھ میں لکھی ہے لیکن سرورق پر ۱۱۷۵ھ درج ہے۔ اسی ''زندگی مؤلف'' میں انھوں نے لکھا ہے کہ "این رسالہ ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم از تالیف مخدوم معظم است کہ بخط مؤلف درکتاب خانہ ایں حقیر موجود بود۔"

یعنی ان کا خیال ہے کہ یہ رسالہ (بلکہ اس کے ساتھ دوسرے دو رسالے بھی) مخدوم محمد ہاشم ہی کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اور اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ مجموعے کے سرورق پر اس طرح لکھا ہوا ہے:۔

هذه الرسالة المسماة

بذريعة الوصول الى

جناب الرسول صلى الله

عليه وسلم من تاليفات

الفقير محمد هاشم عفى

عنه

اس تحریر سے بے شک یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے۔ اس میں "تالیفات" لفظ بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم اس سے پہلے اور کتابیں بھی مرتب فرما چکے تھے لیکن "زندگی مؤلف'' میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ان کی سب سے پہلی کتاب ہے:۔

"ایں سعی علمی اولین سعی باشد کہ از مخدوم صادر شدہ"

یہ رسالہ حضرت مخدوم نے ۱۱۳۳ھ میں (یعنی ۲۹ سال کی عمر میں) ترتیب دیا تھا۔ حمد و نعت کے بعد آپ لکھتے ہیں:۔

"اما بعد می گوید بندہ ضعیف، امیدوار برحمت حضرت ملک قوی، محمد ہاشم بن مرحوم عبدالغفور سندی، رحمھما ربھما وستر عیوبھما انہ الرحیم الغنی کہ این رسالہ ایست مختصر کہ درج کردہ می آید دروے کیفیات صلوات ماثورہ راکہ واردشدہ اند دراحادیث مرفوعہ ... و شروع کردہ شد دریں رسالہ روز چہار شنبہ دوئم شہر رجب مرجب منتظم درسلک سنہ الف ومائۃ وثلث وثلثین از ہجرت نبویہ علیٰ صاحبھا افضل الصلوۃ والتحیۃ و فراغ یافت بتاریخ بفدھم از شہر رجب باوجود تعویق بعضے عوائق ودافعہ قدرے از علائق ..."

Marfat.com

اس رسالے کے ساتھ ہی دو اور رسالے شامل ہیں اور سب ایک ہی خط میں ہیں۔ رجب ۱۱۳۳ھ کے پندرہ دنوں میں مرتب ہوئے پہلے رسالے کے بعد صفحہ ۴۳ سے دوسرا رسالہ محمد عمر مویہ کا مرتب کردہ ہے جیسا کہ اس کے آخر میں (صفحہ ۵۲ پر) اس کی صراحت ہے اور اس کے بعد ہی صفحہ ۵۲ سے ایک رسالہ چہل صلوات سے متعلق ہے جو صفحہ ۶۲ پر ختم ہوجاتا ہے لیکن ناقص الآخر ہے۔ اس ناقص الآخر رسالے کا ایک مکمل قلمی نسخہ سندھی ادبی بورڈ (جام شورو) میں موجود ہے لیکن اس میں بھی مؤلف کا نام مذکور نہیں ہے اور وہ ماہ ربیع الثانی ۱۱۳۳ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے کاتب کوئی عبدالحلیم ہیں۔ یعنی یہ نسخہ مہران آرٹس کاؤنسل کے مجموعے کے قریب تین ماہ قبل نقل ہوا ہے۔

اب عرض اتنی ہے کہ یہ رسالے " بخط مؤلف " نہیں ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مہران آرٹس کاؤنسل والے نسخے میں صفحہ ۱۸ کی سطر ۶ میں یہ عبارت شروع ہوئی ہے:-

> " روایت کرد ابو یوسف جصاص در فوائد خود از حضرت علی بن ابی طالب واز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما کہ گفتند ایشاں ہر دو ، کہ ذکر کرد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعاے را کہ خواندہ شود درحال وقوف بہ عرفہ و ذکر کرد دراثناے آں ایں کیفیت صلوہ راکہ صلی اللہ در ایں جا لفظ تعالیٰ نیز باید گفت۔ اگرچہ دراصل روایت بہ ثبوت نہ پیوستہ۔"

یہاں خط کشیدہ عبارت کے متعلق بین السطور میں جو تحریر ہے وہ یہ ہے:-

" لفظ در این جا تا الی قولہ بہ ثبوت نہ پیوستہ، حاشیہ است در این جا۔ ولیکن راہ خطاء کاتب داخل کتاب کرد " ...... یعنی یہ الفاظ اس مقام پر حاشیے میں تھے جس کو کاتب نے غلطی سے اصل کتاب میں داخل کر دیا۔

اس طرح یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ موجودہ نسخے کو کسی اور کاتب نے نقل کیا ہے اور اس نے یہ غلطی کی ہے کہ حاشیے کی عبارت کو اصل کتاب میں داخل کر دیا ہے۔ یعنی اصل نسخہ کوئی اور تھا جس کی یہ نقل ہے اور اس کا کاتب بھی کوئی اور ہے۔

مزید ثبوت کہ یہ رسالے " بخط مؤلف " نہیں ہیں، یہ بھی ہے کہ صفحہ ۵۸ میں ایک عبارت ہے:-

" شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ بداں مجلس حاضر شد۔ امام موسیٰ برپاے خواست ...

Marfat.com

گفت پیغمبر را علیہ الصلوۃ والسلام در واقعہ دیدم، جاے نشستہ و بسیارے از اکابر بخدمت وے ایستادہ ناگاہ شبلی درآں مجلس درآمد۔ متوجہ حضرت پیغامبر علیہ الصلوۃ والسلام شد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برخواست و باوا معانقہ کرد و میان دو چشم او بوسہ داد ..... "

اس عبارت میں دو جگہ برخاست کے بجائے برخواست ہے جو مخدوم ہاشم جیسے فاضل نہیں لکھ سکتے۔ صفحہ ۶۰ (سطر ۱۲) میں بھی ہے:۔

" ..... در سماع آں خروش و فغاں از چندیں زاویہ کاشانہ برخواست ..." یہاں بھی برخاست کے بجائے برخواست ہے۔ حضرت مخدوم ہاشم کے متعلق سوئے ظن ہوگا کہ وہ برخاست کے بجائے برخواست لکھیں چناں چہ اب واضح ہوگیا کہ یہ رسالے حضرت مخدوم کے خط کے تحریر کردہ نہیں ہیں بلکہ ان کا کاتب کوئی اور ہے۔

سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ:۔ اس موضوع پر اردو میں دو محترم بزرگوں کی کتابیں بڑی شہرت رکھتی ہیں۔ ایک تو مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم کی ہے جس کے پہلے ایڈیشن کی " تمہید " میں مولانا نے جن کتابوں کے حصول کے لیے اشتیاق ظاہر کیا تھا ان میں سے ایک محدث ابن عبدالحکم کی کتاب بھی تھی۔ تیسرے ایڈیشن میں انھوں نے اس کتاب کو بھی پیش نظر رکھا ہے جیسا کہ اس کے دیباچے میں ظاہر کیا ہے۔ دوسری فاضلانہ کتاب مولانا رشید اختر ندوی صاحب کی ہے جو لاہور سے ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ابن عبدالحکم کے بہ کثرت حوالے ہیں۔

مولانا عبدالسلام ندوی نے ۵۸ صفحات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خاندانی حالات جمع کیے ہیں، پھر ان کی خلافت، ازدواج واولاد، اخلاق و عادات، اعمال و عبادات، کارنامے، تدوین حدیث، عمارات، سیاست و حکومت، ملکی اور انتظامی معاملات وغیرہ کی تفصیل دی ہے۔

مولانا رشید اختر ندوی نے نئی ترتیب کے ساتھ شروع میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آبائے کرام کے حالات، پھر آپ کے مختلف دینی، سیاسی اور اصلاحی کارنامے بیان کیے ہیں اور بتایا ہے کہ حضرت نے دو سال اور پانچ ماہ کی حکومت میں قوم کو وہ سب کچھ دیا جو ان کے شایان شان تھا اور قوم کو جس کی ضرورت تھی۔ پھر جگہ جگہ مولانا نے ہمارے خواص اور ارکان حکومت کو چونکا دینے کی بھی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

لیکن ان دونوں بزرگوں سے بہت پہلے انھی کے قرب و جوار کے ایک عالم ابوالفیاض محمد عبدالقادر اعظم گڑھی کی بھی ایک کتاب اسی موضوع پر ہے جو ۱۳۰۵ھ کے قریب سعید المطابع، بنارس سے شائع ہوئی تھی، انھوں نے "سبب تالیف کتاب" میں لکھا ہے کہ :-

"اب تک گو ہم نے بہت سوانح عمریوں کی سیر کی کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو عوام اہل اسلام اور خواص دونوں کے لیے برابر مفید و کارآمد ہو اور خداداد برکت سے دونوں فریقوں کے دلوں پر خاص اثر ڈالے جو باعث برکات دینی و دنیوی ہوئے۔ بالخصوص روحانی صفات، زہد و قناعت، صبر و استقلال، خوف و رجا، صلاح و تقوی، عدل و انصاف وغیرہ وغیرہ کی زمانے کے حال میں ایک تازہ روح پھونک دے اور مسلمانوں کے ان ہونہار بچوں[؟] ... سیدھی راہ پر لگادے۔"

مولانا ابوالفیاض محمد عبدالقادر نے اپنی کتاب پر "پہلا حصہ" لکھا ہے یعنی دوسرا حصہ بھی لکھنا چاہتے تھے لیکن معلوم نہیں کہ انھوں نے پھر وہ حصہ لکھا یا نہیں۔ پہلے حصے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آباء و اجداد، پھر ان کی ولادت، تعلیم و تربیت، نکاح، مدینہ منورہ کی گورنری، فقہائے عشرہ، تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، انتظام چاہ و فوارہ و شاہراہ، حج، کیفیت معزولی، شہادت سعید ابن جبیر، کیفیت بیعت خلافت، ترک سب، واقعہ باغ فدک، عدل و انصاف، عراق کی مالگزاری، یزید بن مہلب کی معزولی، جراح کی معزولی، بغاوت بسطام خارجی، حضرتؒ کا خوف و تقوی، حلم و تواضع، زہد و قناعت، مجددیت، نظام سلطنت، ہندوستان کے بعض علاقوں کی فتح، بعض اکابر کی وفات، علوم و فنون کی قدردانی، احادیث کے جمع کرنے کی تاکید، مسند عمر بن عبدالعزیزؒ، خطبات، مذاق شعر، متفرقات، وفات وغیرہ کی تفصیلات ہیں اور مولانا نے حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا ہے :-

بخاری، موطا امام مالکؒ، ابوداؤد، سنن نسائی، مشکوۃ، نووی شرح صحیح مسلم، فتح الباری، تذکرۃ الحفاظ، تقریب التہذیب، حاکم فی المستدرک، اسد الغابہ واصابہ، کامل ابن اثیر، ابن خلکان، طبقات ابن سعد، تاریخ الخلفاء، ابن عساکر، ابوالفداء، مجمع البحار، تخریج زیلعی، ازالۃ الخلفاء، احیاء العلوم، مروج الذہب و معادن الجواہر، خلاصۃ الوفاء، جذب القلوب، ابن خلدون، روضۃ الصفاء، ارکان اربعہ، الدین الخالص، مسامرات ابن عربی، زبدۃ شرح وفا، مجالس الابرار، نفحۃ الیمن، حج الکرامہ، تلخیص الحبیر، المتکبر المستطرف، خلاصۃ الوفاء، حسن المحاضرہ، وصول الامانی وغیرہ۔

Marfat.com

مذکورہ بالا دو بزرگوں نے بھی ان کتابوں میں سے اکثر کو پیش نظر رکھا تھا۔ لیکن وہ دونوں بزرگ قلم کے بادشاہ ہیں اور یہی خصوصیت مابہ الامتیاز ہے۔ تاہم مولانا عبدالقادر کی کتاب ایسی نہیں ہے جو فراموش کی جاسکے۔

کشف المحجوب کا ایک نسخہ :۔ ہمارے ملک کے ایک نامور محقق اور فاضل یگانہ کے صاحبزادے نے حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ (م ۴۶۵ھ) کی کشف المحجوب کی اشاعت کا ارادہ کیا تو بار بار مجھے اپنے دولت کدے پر کام کرنے کی دعوت دی۔ چناں چہ مئی ۱۹۶۵ء میں عزیز محترم مولانا سید محبوب حسن واسطی صاحب کے ساتھ ان کے یہاں حاضر ہوا اور گیارہ دن تک ان کا نمک کھایا۔ ان کا بہت ممنون ہوں۔ ان گیارہ دنوں میں ہم دونوں نے پورے دن اور آدھی رات تک کشف المحجوب کے ایک مخطوطے کی تصحیح کی۔ اس میں غلطیاں بہت تھیں تاہم بحمد اللہ کام پورا ہوگیا۔ آں محترم نے پھر مجھ سے اس کا مقدمہ لکھنے کی بھی فرمائش کی۔ گھر آکر میں نے وہ فرمائش بھی پوری کردی لیکن انھوں نے ایک مصلحت کی بناء پر اس مقدمے کو اپنے ایڈیشن میں شامل نہیں کیا اور اپنے " پیش لفظ " میں صرف اتنا اعتراف کیا ہے کہ (سید ہاشمی فرید آبادی مرحوم کی طرح) میں نے بھی وہ مخطوطہ صرف پڑھا ہے (تصحیح کا کوئی ذکر نہیں)۔

بات دراصل یہ ہے کہ اس مخطوطے کے ترقیمے میں کاتب نے اپنا نام بہاء الدین ذکریا لکھا تھا۔ یعنی ذال سے ذکریا لکھا تھا " زکریا " نہیں لکھا۔ یعنی وہ بیچارہ اس قدر کم سواد تھا کہ اپنا نام بھی صحیح نہیں لکھ سکتا تھا۔ (اسی بات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مخطوطے میں کس قدر غلطیاں رہی ہوں گی)۔ اس کاتب نے سال کتابت ۱۰۱۳ھ لکھا تھا جس پر کسی نے سیاہ قلم پھیر کر ۶۶۳ھ بنادیا ہے تاکہ وہ کتابت حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ (م ۶۶۶ھ) سے منسوب ہوسکے۔ چناں چہ کتاب کی اشاعت کے وقت کاتب کا نام اور اس کے تحریر کردہ سنہ کو مزید غیر واضح کر دیا گیا ہے۔ لیکن کتاب کے شروع میں آں محترم کے والد ماجد مرحوم کے دو فاضلانہ مضمون (حضرت داتا گنج بخش اور حضرت بہاء الدین زکریا کے متعلق) شامل کر دیے گئے ہیں جو مرحوم نے کسی وقت تحریر فرمائے تھے اور جو یقیناً بہت مفید ہیں۔ " پیش لفظ " میں آں محترم نے اپنا ایک خواب بھی شامل کر دیا ہے جو بہت مبارک ہے۔

آخر میں چند مہریں بھی ہیں اور غالباً میر جملہ (گیارہویں صدی ہجری) کی مہر سے پہلے کی کوئی مہر نہیں ہے۔

Marfat.com

حواشی

(۱) ہردن، نیشاپور کے علاقے میں ہے۔

(۲) محترم صباح الدین عبدالرحمن نے بزم صوفیہ (اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء) کے صفحہ ۶۳۰ میں افضل الفوائد کے ایک قلمی نسخے کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان چشتیہ بزرگوں نے اپنے اپنے مرشدوں کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ اسی کتاب کے صفحات ۶۳۱-۶۹۶۔ میں انھوں نے علی گڑھ کے ایک پروفیسر صاحب کے اعتراضات پر جو ملفوظات مذکورہ کے انکار سے متعلق ہیں مدلل تنقید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ اپنی جگہ صحیح تھے اور کتابت وغیرہ کی غلطیوں کی وجہ سے جعلی نہیں کہلائے جاسکتے۔ ایک فاضل گرامی نے رسالہ بنیات (کراچی۔ مئی ۱۹۶۸ء) میں بھی رسالہ انیس الارواح پر تنقید کی ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "وہ کسی برہمچاری سادھو کی گھڑنت ہے" لیکن انھوں نے چند واقعات ہی کو رد کیا ہے پورے رسالے کو نہیں

(۳) بزم صوفیہ۔ صفحہ ۶۳۲

(۴) امین رازی کی ہفت اقلیم ۱۰۰۲ھ میں مکمل ہوئی

(۵) پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع۔ مقالات دینی و علمی، حصہ اول۔ (لاہور، ۱۹۷۰ء) صفحہ ۲۵

(۶) حضرت خواجہؒ کے انتقال کے وقت مولانا محمد صدیقؒ موجود نہ تھے۔ (دیکھیں حضرات القدس، حصہ دوم میں ان کے حالات۔

(۷) خواجہ محمد ہاشمؒ کی زبدۃ المقامات میں بھی ان کی شاعری اور اشعار کا ذکر ہے۔

(۸) لیکن پھر حضرت مجدد کی صحبت میں وہ ولایت سے مشرف ہوئے تھے۔ دیکھیں دفتر اول کے مکتوبات ۱۳۵-۲۳۱۔ آپ کے نام حضرت مجدد کے متعدد مکتوبات ہیں، دفتر اول:- ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۶۱ - ۱۶۶ - ۱۸۹ - ۲۱۲۔ اسی دفتر میں مکتوبات ۴۲۔ ۱۱۹ - ۱۳۲۔ میں بھی آپ کا ذکر ہے۔ دفتر دوم میں ۲۱۔ ۵۱۔ اور دفتر سوم کا مکتوب ۸ بھی آپ کے نام ہے۔

(۱۰) حضرت مجددؒ سے تربیت حاصل کرنے کے بعد ہی مولانا محمد صدیقؒ نے حضرت

Marfat.com

خواجہؒ کے مکتوبات نمبر ۸۔۲۱ کے تمہیدی کلمات میں آپ کو (حضرت مجددؒ کو) "استاذی" لکھا ہوگا۔

(۱۱) مطبوعہ دہلی ۱۹۷۷ء۔

(۱۲) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء۔ محمد اقبال مجددی صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۔۲۱ میں میرے ایک سہو کی نشان دہی کی ہے جو مکتوبات معصومیہ (کراچی ۱۳۹۵ھ) کے مقدمے (صفحہ ۱۵) میں مکتوب نمبر ۱۴ سے متعلق ہے۔ وہاں کتابت میں فرق ہوگیا تھا۔ اس طرح چاہیے: ذکر اوراد و وظائف کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ جمع نمودہ بودند و خلیفہ داشتہ باشند" لیکن خود محمد اقبال صاحب سے یہاں سہو ہوگیا ہے وہ مکتوب (نمبر ۱۴) مولانا محمد حنیف کے نام نہیں ہے جیسا کہ انھوں نے (صفحہ ۲۰۔۲۱۔ میں) لکھا ہے۔ پھر اسی کتاب حسنات الحرمین (صفحہ ۱۷۶ ح) میں ان سے اور سہو ہوا ہے۔ وہ لکھ رہے ہیں کہ مکتوب (معصومیہ سوم ۰۰) ۱۰۵۰ھ کا ہے اور اس کے آخری جملے خواجہ محمد معصوم کے حج سے متعلق ہوں گے ایسا نہیں ہے بلکہ وہاں یہ ذکر ہے کہ ۱۰۵۰ء میں امان اللہ بیگ برہان پور سے سرہند آئے تھے اور وہ اپنے مکتوبات بیان کر رہے تھے جو آخر تک درج ہیں۔

(۱۳) ترجمے کے آخر صفحے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ سید شہاب الدین بن سید حسین بن سید محمد بن سیکرابی بکر لکعلوی (جن کی فرمائش پر یہ ترجمہ لکھا گیا تھا) کی ملک میں یہ ترجمہ تھا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

پیراماؤنٹ پرنٹنگ پریس، حیدرآباد

Marfat.com